

سائنسی تحقیقات کے لئے قرآنی محرکات

محمد سعود، ایم۔ ایس سی، مولوی فاضل، ریسرچ فیلو ادارہ تحقیقات اسلامی

روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اس کائنات میں رونما ہونے والے تمام طبعی اعمال کسی نہ کسی طبعی قانون کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی چیز ہوا میں اچھالی جاتی ہے تو قانون کشش ثقل کے تحت زمین پر گر پڑتی ہے۔ روشنی کی شعاعیں جب کسی چمکدار چیز پر پڑتی ہیں تو قانون انعکاس کے تحت منعکس ہو جاتی ہیں۔ مخصوص قوانین کے تحت زمین، چاند، سورج اور ستارے خاص رفتار سے مقررہ دائروں میں حرکت کرتے ہیں۔ انہیں طبعی قوانین کے مطالعہ کو اصطلاحاً سائنس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سائنس کی بنیاد روایات پر ہے۔ مشاہدات (یا تجربات جو دراصل مشاہدات ہی ہیں جو مخصوص حالات میں کئے جاتے ہیں) اور غور و فکر پر مشاہدات کا تعلق حواس سے ہے اور غور و فکر کا دماغ سے۔ کائنات کی تخلیق اور ان قوانین کے بارے میں جن کے تحت نظام کائنات چل رہا ہے۔ قرآن نے اعلان کیا کہ

الاله الخلاق والامر (۷: ۵۴) یاد رکھو کہ خلق یعنی پیدا کرنا اور امر یعنی حکم اور قانون چلانا اسی

(یعنی اللہ) ہی کے لئے خاص ہے

وهو الذى فى السماء اله وفى الارض اله (۳۴: ۸۴)

زمین میں بھی معبود ہے۔

(۳۴: ۸۴)

مندرجہ بالا آیات کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ پوری کائنات کا خالق حاکم اور معبود ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے بنائے ہوئے طبعی قوانین کی پابندی کرنے پر مجبور ہے۔

ان قوانین طبعی کے علاوہ اللہ کے ایک اور قسم کے قوانین یعنی قوانین شرعی بھی تھے، جن کی پابندی کرنے پر کسی مخلوق کو مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان کے ارادے اور اختیار پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وہ ان کو قبول کریں یا نہ کریں۔ ان قوانین شرعی کو

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں لفظ امانت سے تعبیر فرمایا اور بتایا کہ

انما عرضنا الا نانسہ علی السموات والارض والجبال تا بئین ان یحکمنا واشفقن منہا و حملہا الانسان۔
ہم نے یہ امانت (یعنی قوانین شرعی جو مجبوزہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انھوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ

لے لیا۔ (۲۳: ۷۲)

اور جب عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے پوچھا:-

الست بربکم قالوا بلی (۷۲-۷۳) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انھوں نے کہا ہاں (آپ ہمارے رب ہیں)

اس طرح اپنے ارادے اور اختیار سے اللہ کے قوانین شرعی کی پابندی کا اقرار کر کے انسان نے کمال عبدیت کا اظہار کیا۔ یہی وہ اقرار عبدیت و اطاعت تھا جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ شرف عطا فرمایا کہ زمین پر اپنا خلیفہ یعنی اپنے شرعی قوانین کا نفاذ کرنے والا بنایا اور انعامات کی اتنی بارش برسائی کہ اس کو طبعی قوانین کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت عطا فرمادی تاکہ ان سے کام لے کر آسمان و زمین کی ہر چیز سے استفادہ کر سکے۔ دوسرے لفظوں میں آسمان و زمین کی ہر چیز کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔ اور اس حقیقت کی طرف انسانوں کی توجیہ یہ کہہ کر مبذول فرمائی کہ

المشردان اللہ مسخرکم ما فی السموات وما فی الارض واسبع علیکم لعنہ ظاہرۃ و باطنۃ (۳۱: ۲۰)
کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ ان تمام چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی لعنتیں پوری کر رکھی ہیں۔

خالق کائنات کا اپنی کائنات کے بارے میں یہ اعلان کہ اس کو انسان کے لئے مسخر کر دیا گیا ہے، صاف طور پر اس بات کا محرک ہے کہ انسان اشیاء کائنات اور قوانین کائنات کا علم حاصل کر کے ان کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:-

اللہ الذی مسخرکمما البحر لتجری الفلک فیہ بأمرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (۴۵: ۱۲)
اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تاکہ اس میں خدکے حکم سے کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔

احکام خداوندی پر عمل پیرا ہونے اور اشیاء کائنات سے فائدہ اٹھانے کے لئے علم کی ضرورت تھی اس لئے:-
علم الانسان ما لم یعلم (۹۶: ۵) اللہ نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہیں جانتا تھا۔

اور علم کا یہ سلسلہ سب سے پہلے انسان یعنی حضرت آدمؑ سے شروع کیا۔

و علم آدم الا السماء کلھا اور آدم کو سب چیزوں کے اسماء کا علم دے دیا۔

(یعنی آدم کو تمام اشیاء اور ان کے خواص کو سمجھانے کی صلاحیت ملی) (۳۱:۲)

اب علم دو انواع کا تھا۔ ایک وہ جس کو مشاہدات کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کو تو اسی ذریعے سے عطا کیا۔

اور دوسری وہ نوع جو مشاہدات و محسوسات سے بالاتر ہے مثلاً خدا کی ذات و صفات۔ قیامت۔ آخرت۔ فرشتوں اور قوانین شرعی کا علم اس کو پیغمبروں پر وحی کے ذریعہ واضح کیا۔

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ وہ علم جس کا حصول مشاہدات سے ممکن ہے، وہ تین اقسام میں منحصر ہے۔ ایک علم

تاریخ جس کو ایام اللہ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ

و ذکر ہم بیام الله (۴-۵) ان کو یعنی اپنی قوم کو اللہ کے معاملات یاد دلاؤ۔

دوسرا علم نفس انسانی اور تفسیر اعلم آفاق یعنی کائنات کا علم جس کو طبعیت بھی کہا جاتا ہے۔ آخر الذکر دو علوم کی طرف

اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے کہ

سنوہم آیتنا فی الآفاق و فی ہم عنقریب ان کو اپنی قدرت کی نشانیوں ان کے گرد و فواح میں بھی دکھائیں گے۔

الفسھم (۴۱:۵۳) اور خود ان کے نفوس (یعنی ذات) میں بھی۔

قرآن کریم کے انداز بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ تمام علوم ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں کوئی بھی علم دوسرے

علم سے بالکل متماز نہیں۔ چنانچہ عالم طبعیات کا ذکر کر کے خدا کی ذات و صفات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مثلاً

مندرجہ ذیل آیت کو دیکھیے :-

ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا

وہم یجادلون فی اللہ و ہوشدید دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ

المحال (۱۳:۱۳) وہ بہت شدید القوت ہے۔

اس آیت میں بجلیوں کے بھیجنے اور گرانے کا ذکر کر کے جس کا تعلق عالم طبعیات سے ہے اور اللہ کے بارے میں لوگوں کے

جدال کا تذکرہ کر کے جس کا تعلق نفس انسانی سے ہے، ذہن انسانی کو اللہ تعالیٰ کے شدید القوت ہونے کی طرف مستقل کیا۔

اسی طرح اس آیت میں دیکھیے :-

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یریدوا واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنی

اس میں علم تاریخ، علم نفس اور علم الہی کی باتیں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اور مہبت سی قرآنی آیات ہیں جن میں علم کی ایک نوع کا دوسری نوع سے رابطہ قائم ہے جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن وحدتِ علمی کا قائل ہے۔

مشاہدہ کائنات کی ترغیب
قرآن کریم میں جبکہ جبکہ غور و فکر کے ساتھ کائنات کا مشاہدہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اشیائے کائنات اور قوانین کائنات

میں اللہ کی آیات اور نشانیاں دیکھ کر انسان کو اللہ کے وجود اس کی وحدانیت، قدرت، رحمت وغیرہ کا علم حاصل ہو اور اس کو ان کا یقین ہو جائے۔ مثلاً نباتات، حیوانات اور انسانوں کی تخلیق دیکھ کر ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہوتا ہے جو قدر بھی ہے اور خالق بھی۔ ان کی پرورش کو دیکھ کر اس کی ربوبیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ پرندوں کا ہوا میں اڑنا اور نیچے نہ کرنا۔ آسمانوں اور زمین کا معلق ہونا اس کے رحیم ہونے کو بتاتا ہے۔ سورج اور چاند کا مقررہ رفتار سے چلنا اس کے عزیز یعنی زبردست اور علیم ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود بھی اس مقصد کے لئے اپنی آیات اور نشانوں کو تفصیلاً بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد
ترونها لثم استوی علی العرش و سخر
الشمس والقمر طکل یجرى لاجل مسمى
یبدبر الامر یفصل الایات لعلکم یلقا
رکبکم توقنون (۲: ۱۳)

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے اونچا کھڑا
کر دیا۔ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو۔ پھر عرش
پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک وقت
معیین پر چلتا رہتا ہے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور)
دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ اپنے رب کے پاس جانے کا پورا پورا یقین کر لو۔

اللہ تعالیٰ کی یہ آیات و دلائل قرآن کریم میں کئی جگہ مذکور ہیں مثلاً ایک جگہ بیان کیا گیا ہے کہ

وآیة لهم لیل نسلخ منه
النهار فاذا هم مظلمون (۳۶: ۳۷)

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو
اتار لیتے ہیں سو یکایک (وہ لوگ) اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

ایک اور جگہ بتایا گیا کہ

وآیة لهم الارض المیتة حیةناھا
اخر جئنا منها حبا فمنه یا کلون۔

اور ایک نشانی ان (لوگوں) کے لئے مردہ زمین ہے۔ ہم نے
اس کو (بارش) سے زندہ کیا اور ہم نے اس سے غلے نکالے انہیں

سے لوگ کھاتے ہیں۔

آیات و نشانیاں دیکھ کر خدائے تعالیٰ کے وجود وحدانیت وغیرہ کا علم حاصل ہونے کی تصدیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے ہوتی ہے۔ جنہیں ستاروں، چاند اور سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھنے سے ایک ایسی ذات کے وجود کا یقین ہو گیا جو ان سب کی خالق ہے۔

مشاہدہ کائنات کا حکم دینے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ایشیائے کائنات اور ان کے قوانین طبعی کا علم ہوتا ہے اور اس علم کے بعد ہی ان کی تسخیر کر کے ان سے تمتع حاصل کرنا ممکن ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ مشاہدہ کہ مقناطیسی سوئی کو آزادانہ لٹکا دیا جائے تو اس کا رخ ہمیشہ شمالاً جنوباً ہوتا ہے قطب نما کی ایجاد کا سبب بنی۔ اور پھر اس تمتع سے انسان میں جذبہ شکر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ انسان کا اپنے منعم حقیقی یعنی اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہونے میں معاون ہوتا ہے۔

وهو الذي سخّر البحر لتأكلوا منه
لحما طرياً وتسخر جوامد عليه
تلبسوا منها جود شرى الفلك مواخر
فيه ولتبتغوا من فضله ولعلكم
تشكرون (۱۶: ۱۴)

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر بنایا تاکہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے (موتیوں کا) زیور نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو دکھاتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہے اور تاکہ تم خدا کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر بجالاؤ۔

قرآن کریم میں مختلف انداز سے مشابہت پر زور دیا گیا ہے۔ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ قل انظر وماذا فی السموات والارضین۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ (۱۰: ۱۰)

کہیں یہ کہہ کر مشابہت پر ابھارا جاتا ہے کہ افلا ينظرون الى الابل كيف خلقت و الى السماء كيف رفعت والى الجبال كيف نصبت والى الارض كيف سطحت (۸۸: ۲۰ تا ۲۱) اور زمین کی طرف کہ کیسے پھیلائی گئی۔

کہیں آغاز تخلیق پر مشاہدہ کرنے کے لئے یہ سوال کر کے ترغیب دی جاتی ہے کہ اولمیروا كيف يبدئ الله الخلق ثم لعبد (۱۹: ۲۹) کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کر دے گا۔

پھر ایک جگہ خوراک پیدا ہونے کے عمل پر غور کرنے کا یہ کہہ کر حکم دیا جاتا ہے کہ

فلینظر الانسان الى طعامه انا صبنا الماء
 صبا لا شم شققنا الارض شقاه فانبتنا
 فيها حبا وعبا وقصبا وزيتونا ونخلاد
 حدائق غلبا وناكهة وابتاعا لکم و
 الا انعام (۸۰: ۳۲ تا ۳۴)

اور انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے
 عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو بھپاڑا۔ پھر ہم
 نے اس میں غلہ اور انگوڑ اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور
 گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا۔ تمہارے اور تمہارے
 مولیٰٹیوں کے فائدے کے لئے۔

پھر ایک جگہ پرندوں کی اڑان کی طرف یہ سوال کر کے متوجہ کیا جاتا ہے کہ

اولم یروا الى الطیر فوقهم
 صفت لیقمن (۱۷: ۱۹)

کیا وہ اپنے اوپر پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے)
 ہیں اور (کبھی) اسی حالت میں پروں کو سمیٹ لیتے ہیں۔

ایک جگہ پھلوں کے درختوں کا ذکر کرتے ہوئے ہدایت کی جاتی ہے کہ

انظر والی الثمره اذا اشمر
 وینعه (۹: ۹۹)

ذرا ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو۔ جب وہ پھلتا ہے اور (پھر) اس
 کے بچنے کو دیکھو۔

حواس کے ذریعہ محض مشاہدات کر لینا ہی کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے کافی نہیں۔ استخراج
 نتائج کے لئے پہلا درجہ مشاہدہ اور دوسرا غور و فکر ہے کہ مشاہدات سے کسی چیز کا علم

غور و فکر کی تاکید

حاصل ہونے پر انسان اپنی قوتِ فکر سے کام لے کر اسی علم کے ذریعہ سے کسی پوشیدہ حقیقت کا سراغ لگائے۔ اس

کائنات میں آیات و شواہد دیکھ کر وہی لوگ کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ

هو الذی انزل من السماء ماء لکم منه
 مشرب ومنه شجر ینبہ تسیمون ینبت لکم
 به الزرع والزیتون والنخیل والاعناب و
 من کل الثمرات ط ان فی ذالک لایة لقوم
 یتفکرون (۱۶: ۱۰ تا ۱۱)

وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے تمہارے واسطے پانی برسایا جس سے
 تم کو پیئے کو ملتا ہے اور (اس کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے)
 ہیں جن میں تم چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے
 لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگوڑ آگاتا ہے۔ بے شک اس
 میں سوچنے والوں کے لئے دلیل (موجود) ہے۔

ایک اور جگہ ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ

فل ھل لیستوی الاعمی والبصیر ط افلا
 تنفکرون (۴: ۵۰)

آپ کیسے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ سو کیا تم غور و
 فکر نہیں کرتے۔

ایک جگہ نظائر کا ذکر کر کے بتایا جاتا ہے کہ

كذلك يبين لكم آيات لعلمكم
 الله تعالى اس طرح تمہارے لئے نظائر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم
 متفکروں (۲: ۲۶۶)

سوچا کرو۔

مشاہدات اور غور و فکر کر کے کسی نتیجہ پر صحیح پر پہنچنا اسی
 عقل و استدلال سے کام لینے پر زور
 وقت ممکن ہے جب انسان میں عقل سلیم اور شعور صحیح موجود
 ہو اور وہ عقل و شعور سے کام لے۔ قرآن نے اس بات پر بے حد زور دیا ہے کہ عقل و شعور سے کام لے کر حقائق کا
 پتہ لگایا جائے۔ خود تحقیق کی مثالیں دے کر بتایا ہے کہ اس میں انہیں لوگوں کے لئے دلائل و شواہد موجود ہیں جو عقل
 سلیم رکھتے ہیں اور اس سے کام لیتے ہوں۔ چنانچہ ارشاد ہے:

المتران الله انزل من السماء ماء
 منسلكه ينابيع في الارض ثم يخرج
 به زرعا مختلفا الوانہ ثم يجمع فترالا
 مصفر اثم يجعله حطاماً ط ان في ذلك
 لذكرى لاولى الالباب (۲۹: ۲۱)

اس کو تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر
 اس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے)
 تو اسی کے ذریعہ کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں۔ پھر وہ
 کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔ سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ
 اس کو چوڑا چوڑا کر دیتا ہے اس (مومن) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے

ان في خلق السموات والارض واختلاف
 اليل والنهار والفلک التي تجرى في البحر بما
 ينفع الناس وما انزل الله من السماء من
 ماء فاحيا به الارض بعد موتها وبعث فيها
 من كل وابتة وتصريف الرياح والسحاب
 المستخر بين السماء والارض
 لآيات لعلهم يعقلون.

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے یکے
 بعد دیگرے آنے میں اور جہازوں میں جو کہ سمندر میں چلتے ہیں،
 آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر اور (بارش) کے پانی میں جس کو اللہ
 تعالیٰ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے خشک
 ہونے کے بعد تروتازہ کیا اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا
 دیئے اور ہواؤں کے چلنے میں اور ابر میں جو زمین اور آسمانوں کے
 درمیان مقید (اور معلق) رہتا ہے ان لوگوں کے لئے دلائل موجود
 ہیں جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

(۲: ۱۶۳)

جو لوگ اپنے حواس کا استعمال کر کے مشاہدات ذکر میں اور اپنی عقل سے کسی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں ان

کو قرآن میں چوپاؤں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر بتایا گیا ہے۔

ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن
 والانس لهم قلوب لا يفقهون بها
 ولهم اعين لا يبصرون بها
 ولهم آذان لا يسمعون بها
 اولئك كالانعام بل هم اضل
 اولئك هم الغفلون (۴: ۱۷۹)

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے
 دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں
 دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں
 کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں۔ یہ لوگ غافل ہیں۔

یہ آیت کفار کے بارے میں ہے جو اپنے حواس اور شعور سے کام لے کر خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ اس آیت سے
 حواس اور عقل سے کام لینے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

شعور صحیح کے ساتھ مشاہدات اور غور و فکر کرنے کے بعد ہی انسان میں یہ ملکہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ استدلال
 کر کے کسی حقیقت تک پہنچ سکے۔ خود قرآن کریم میں بعض حقائق کو سمجھانے کے لئے استدلال سے کام لیا گیا ہے۔ قرآن کے
 طریق استدلال میں سے ایک طریقہ تمثیلی ہے مثلاً

والله الذي امرسل الرياح
 فتثير سحابا فسقنته الى بلد
 ميت فاحيينا به الامرض
 بعد موتها كذلك النشور۔ (۹: ۳۵)

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھینچتا ہے۔ پھر وہ (ہوائیں)
 بادلوں کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف بانک لے
 جاتے ہیں۔ پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعہ سے زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی
 طرح (قیامت میں) لوگوں کو زندہ ہو جانا ہوگا۔

اس آیت میں مردہ زمین کے زندہ ہونے کو بطور نظیر پیش کر کے مردہ انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو ثابت کیا۔
 قرآن کریم کا دوسرا طریقہ استدلال مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

لوكان فيهما الهة الا الله لفسدنا
 لوكان فيهما الهة الا الله لفسدنا
 لوكان فيهما الهة الا الله لفسدنا

تو وہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔ (۲۲: ۲۱)

خدا کی وحدانیت کو ثابت کیا۔ استدلال اس طرح کیا کہ اگر کئی معبود ہوتے تو ہر ایک اپنا علیحدہ نظام چلاتا اور اس
 طرح فساد برپا ہو جاتا لیکن چونکہ فساد نہیں ہے اس لئے ثابت ہوا کہ معبود صرف ایک ہے۔

قرآن کا تیسرا طریقہ استدلال استخراجی ہے۔ مثلاً

الله خالق كل شئ (۳۹: ۶۲)

اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

کہہ کر ہر چیز کی تخلیق کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان، حیوان، درخت، زمین، آسمان وغیرہ

سب کا خالق اللہ ہے کیونکہ یہ سب بھی کل شئی میں داخل ہیں۔

قرآن کریم کا چوتھا طرز استدلال استقرائی ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہوتا ہے۔

قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير (۳: ۲۶)

(اے محمد) آپ (اللہ تعالیٰ) سے کہیے کہ اے اللہ ملک کے مالک میں تشاء و تنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شئ قدير (۳: ۲۶)

آپ جس کو چاہیں ملک دے دیں۔ جس سے چاہیں ملک چھین لیں جس کو چاہیں عزت دیں۔ جس کو چاہیں ذلت دیں۔ آپ کے ہاتھ میں بھلائی ہے۔ آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اس آیت میں بعض امور پر اللہ کی قدرت کا اظہار کر کے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قرآن کریم میں کشتی اور جہاز کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس میں عقل و شعور رکھنے والوں کے لئے آیات و نشانیاں موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سائنسی ایجادات کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان و یقین کا ایک ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔

والفلك التي تجرى في البحر بما ينعف الناس
... لايات لقوم يعقلون (۲: ۱۶۴)

اور اس کشتی میں جو لوگوں کے نفع کی چیزوں کو لے کر چلتی ہے۔
البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہوں۔

قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو جو اللہ پر ایمان و یقین رکھتے ہوں اور ساتھ ہی کائنات کے بارے میں غور و فکر کرتے ہوں یعنی سائنسی تحقیقات میں مصروف ہوں اولوالالباب اور علماء کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

ان في خلق السموات والارض واختلف
البل والنهار لايات لاولي الاباب الذين
يذكرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم
ويتفكرون في خلق السموات والارض
ربنا ما خلقت هذا باطلا سبحانك
فنعنا عذاب الناس (۳: ۱۹۰-۱۹۱)

بلشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور بجے بعد دیگرے
رات کے اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے جو
اللہ کو یاد کرتے ہیں (یعنی ایمان کے ساتھ قوانین شرعی کی پابندی
کرتے ہیں) کھڑے بھی۔ بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین
کے پیدا ہونے پر غور کرتے ہیں کہ اے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی
پیدا نہیں کیا۔ آپ منزہ ہیں سو ہم کو آگ کے عذاب سے بچائیے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان و یقین کے ساتھ کائنات پر تحقیقات کرتے ہیں وہ حقیقت کائنات اور خدا کی ذات و صفات کے بارے میں صحیح نتائج پر پہنچتے ہیں۔ بغیر ایمان و یقین کے یہ تو ممکن ہے کہ سائنسی تحقیقات کر کے کسی قانون طبیعی کا علم حاصل کر لیا جائے اور اس کی بنیاد پر کوئی ایجاد و اختراع عمل میں

آجائے لیکن اس کائنات کی اصل حیثیت و حقیقت کا پتہ لگانا ایسے لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے جو ایمان نہ رکھتے ہوں۔
وما تفتی الا بیات والنذر عن قوم اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں
لا یومنون (۱۰:۱۰) کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے۔

المرت اننا انزلنا من السماء ماء
فاخرجنا به ثمرات مختلفا الوانها و
من الجبال جدد بيض وحمر مختلفا
الوانها وعرايب سود ومن الشجر
والدواب والاعنام مختلفا الوانها
كذلك انما يخشى الله من عباده
العلماء ان الله عزيز غفور
(۳۵: ۲۷-۲۸)

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی
آرا پھر ہم نے اسی کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کے پھل
نکالے اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعض)
سفید (بعض) سرخ کہ ان کی بھی رنگیتیں مختلف ہیں اور (بعض)
بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں، جانوروں اور چوپایوں
میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگیتیں مختلف ہیں (اور) خدا سے وہی
بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ
تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

اس آیت کا انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ کی تخلیق پر غور و خوض کرتے ہیں اور اشیائے کائنات
پر سائنسی تحقیقات کرتے ہیں ان کو ان اشیاء میں خاص تنظیم اور قوانین کا پتہ چلتا ہے اور ان کو اس تنظیم کے قائم
کرنے والے اور ان قوانین کے بنانے والے کی قدرت اور عظمت کا علم ہوتا ہے۔ پھر ان علماء پر اس کی ہیبت و
جلال کی وجہ سے خشیت طاری ہو جاتی ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کا خود کو عز ویز کہنا اس بات کو بتاتا ہے کہ وہ
زبردست ہے اس لئے ہر شے اور ہر قانون پر اس کا تصرف ہے اور عقور کہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ایسے
علماء کو جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اس خشیت کی وجہ سے بخش دیا جائے گا۔ کیونکہ یہ خشیت ان کے
اعمال پر بھی اثر انداز ہوگی۔

قرآن کریم میں کائنات کا نقشہ پیش کیا گیا ہے اور اعمال تخلیق پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور بعض عام کلیات
بیان کئے گئے ہیں۔ ان امور پر قرآن کے بیانات سائنسی تحقیقات پر ابھارتے ہیں اور ان بیانات سے تحقیقات میں
رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔ مثلاً زمین اور آسمانوں کی تخلیق پر مندرجہ ذیل آیت میں روشنی ڈالی گئی۔

قل انکم لتفکرون بالذی خلق
الارض فی یومین و یجعلون له اذنادا
آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا کی توحید کا انکار کرتے ہو جس
نے زمین کو دو روز میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو۔

ذالك سرب العلمين ۛ وجعل فيها راسي
من نوقتها و برك فيها وقد سرب فيها
اقتانتها في اربعة ايام ط سوا للساألين
ثم استوى الى السماء وهي دخان فقال
لها و لا ترين اُنبا طوعا و كرها ط
قالنا ائتنا طالعين ه فقطهون سبع
سموات في يومين و اوحى في كل سماء
امرها و زيننا السماء الدنيا بمصابيح و
حفظا ط ذالك تقديرا العزيز
العليم ه (۴۱: ۱۲ تا ۱۴)

سورج کے بارے میں بتایا کہ

والشمس تجرى لمستقر لها (۳۶: ۳۸)

چاند کی منزلوں کے متعلق انکشاف کیا گیا کہ

والقمر قدر ناک منازل حتى عاد كالعرجون

القدیم (۳۶: ۳۹)

اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا ہے۔

اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا ہو جاتا
ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

سورج اور چاند کی رفتار کے بارے میں بیان کیا گیا کہ یہ اپنے اپنے دائروں میں گھوم رہے ہیں اور اپنے اپنے راستوں
پر گامزن ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ایک دوسرے سے مل جائیں یا ٹکرائیں۔ اسی طرح رات کا دن سے پہلے ہونا ممکن نہیں۔
لا الشمس ينبغي لها ان تدرسك القمر و
ايل سابق النهار و كل في فلك يسبحون (۳۶: ۴۰) ہے اور سب ایک ایک دائرے میں تیز رہے ہیں۔

وجعل لكم النجوم لتهتدو بها في ظلمت
اور ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور سمندر کے اندھیروں
میں راستہ تلاش کرو۔

البر والبحر (۶: ۹۷)

والشمس والقمر بحسبان۔ اور سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں۔ یعنی ان کی رفتار اور راستے

معتبر ہیں۔

(۵: ۵۵)

یہی سارے جہاں کا رہا ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ
بنادیئے اور اس (زمین) میں فائدے کی چیزیں رکھ دیں اور اس
میں اس کے (رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں چاروں میں جو
(شماریں) پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے پھر آسمان (کے بنانے)
کی طرف توجہ فرمائی اور وہ اس وقت دھواں سا تھا۔ سو اس سے
اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے۔
دونوں نے عرض کیا ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دو روز میں اس کے
سات آسمان بنادیئے۔ اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم بھیج
دیا اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور
اس کی حفاظت کی۔ یہ تجویز (خدا نے) زیر دست واقف الکل کی ہے۔

سمندروں کے بارے میں بیان کیا گیا کہ

موج البحرین بلتقیان بینہما برزخ
 لایبغیان یخروج منہما اللؤلؤ
 والمرجان (۲۱ تا ۱۹: ۵۵)

اس نے (یعنی اللہ نے) دو سمندروں یا دریاؤں کو (صورتاً) ملا لیا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقتاً) ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔

اشیائے کائنات میں سے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا گیا۔

ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تدکرون۔ اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات

(سورۃ الذاریات ۵۱: ۴۹) سے توحید کو سمجھو۔

سبحن الذی خلق الأزواج کلہا
 متانتب الأرض ومن النفسہم و
 مما لا یعلمون (۳۶: ۳۶)

پاک ہے وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کئے۔ ان چیزوں کے بھی جن کو زمین اگاتی ہے اور خود ان آدمیوں کے بھی اور ان چیزوں کے بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔

آج کی دنیا میں انسانوں، حیوانوں اور نباتات کے علاوہ اور چیزوں کا بھی جوڑا جوڑا ہونا دریافت کر لیا گیا ہے

مثلاً بجلی کی ہوتی ہے مثبت اور منفی۔ اسی طرح مقناطیس کے دونوں سروں پر الگ الگ قسم کی مقناطیسیت ہوتی ہے۔ مقناطیس کے ایک سرے کو قطب شمالی اور دوسرے کو قطب جنوبی کہا جاتا ہے۔

حیوانات کے بارے میں یہ انکشاف کیا گیا کہ

وما من دابة فی الارض وما من
 طائر یطیر یخافہ الا امم امثالکم
 اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند
 جانور ہیں اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں۔ ان میں کوئی قسم اسی
 نہیں جو تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں۔ (۳۸: ۶)

یعنی انسانوں کی طرح حیوانات بھی اپنا اپنا نظام حیات رکھتے ہیں اور اس نظام کے تحت زندگی گزارتے ہیں۔

حیوانات قطعاً بے حس اور بے شعور مخلوق نہیں ہیں۔ نمونہ کے طور پر چیونٹوں اور شہد کی مکھیوں کے نظام پر نظر ڈال جا سکتی ہے کہ کس قدر شظیم کے ساتھ زندگی گزارتی ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پرندے اور چیونٹیاں آپس میں بات چیت کر کے اپنے خیالات ایک دوسرے تک پہنچا سکتے ہیں۔ خود حضرت سلیمانؑ کا قول نقل کیا گیا ہے۔

قال یا ایہا الناس علمنا منطوق
 انہوں نے کہا اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم

دی گئی ہے۔ (الطیر (۱۶: ۲۷))

اور اسی قصہ میں ہے کہ جب حضرت سلیمان کا لشکر چیونٹیوں کے ایک میدان میں آیا تو

قالت غملة يا ايها النمل ادخلوا
مسكنكم لا يحطمنكم سليمان و
جنوداهم كاليشعرون (۱۸:۲۷)

ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا اپنے اپنے سوراخوں
میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمان اور ان کا لشکر بے خبری میں
کچیل نہ ڈالیں۔

انسان کی تخلیق کے بارے میں بتایا گیا کہ

خلق الانسان من صلصال
كالفخاسر (۵۵: ۱۴)

اسی نے انسان (کی اصل اول) کو مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح
بجھتی تھی پیدا کیا۔

قرآن کریم کی بعض آیات سے عمل تخلیق کے بارے میں یہ انکشاف ہوتا ہے کہ تدریجی ہے۔ کوئی شے دفعتاً
ظہور میں نہیں آتی بلکہ سلسلہ قوانین سے گزرتی ہوئی اور مختلف مراحل طے کرتی ہوئی آہستہ آہستہ مکمل ہوتی ہے۔

مندرجہ ذیل آیات سے عمل تخلیق کے تدریجی اور ارتقائی ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔

اللہ الذی خلق السموات والارض وما
بینہما فی ستہ ایام شمس استوی علی العرش ط
مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع یطاع ط
افلا تذکرون ۵ یدبر الامر من السماء
الی الارض شریع یرج الیہ فی یوم کان مقدارہ
الف سنۃ مما تعدون ۵ ذالک عالم الغیب
والشہادۃ العزیز الرحیم ۵ الذی احسن
علی شئی خلقہ وید اخلق الانسان من
طین ۵ ثم جعل نسلہ من سلسلۃ من ماء
مہین ۵ ثم سواہ وفتح ینہ من روحہ
وجعل لکم السمع والابصار الا فئذۃ ط
تلیل ما تشکرون (۳۲: ۹۴)

اللہ وہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان
دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم
ہوا۔ اس کے بغیر نہ تمہارا کوئی مددگار ہے نہ سفارش کرنے والا۔
سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو وہ آسمان سے لے کر
زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ہر امر اسی
کے حضور میں پہنچ جاتا ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار
تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کی ہوگی۔ وہی ہے
جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا۔ زبردست
رحمت والا جس نے ہر چیز کو خوب بنایا اور انسان کی پیدائش
مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو خلاصہٴ اخلاط یعنی ایک
بے قدر پانی سے بنایا۔ پھر اس کے اعضاء درست کئے۔ پھر اس
میں اپنی روح پھونکی۔ اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے
تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو۔

اس آیت میں دن سے مراد ہمارا دن نہیں ہے بلکہ ایک لمبا عرصہ ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے۔ پھر دن میں کائنات کا تخلیق کرنا عمل تخلیق کے تدریجی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر تدریجاً مرتبے دن میں کرنا اس کی تائید کرتا ہے۔ امر کے معنی ہیں حکم اور اس سے مراد ہے خدا کا کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کر کے اس کو کہنا کہ ہو جائے اور تدریجاً امر کے معنی ہیں اپنے تمام مراحل سے گزر کر کسی چیز کا مکمل کرنا جیسے ایک بیج کے بارے میں یہ امر کہ وہ درخت ہو جائے اور پھر اس امر کی تدریج کہ وہ زمین میں شق ہوتا ہے۔ زمین سے کیمیائی مخلوقات کی شکل میں غذائی مادے حاصل کرتا ہے۔ سورج کی روشنی اور ہوا کی کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مدد سے غذا تیار کرتا ہے اور آہستہ آہستہ نشوونما پا کر پورا درخت بن جاتا ہے۔

انسان کی تکمیل بھی مختلف مدارج سے گزر کر ہوئی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

لقد خلقنا الانسان من طين ثم جعلناه نطفة في مترامكین ثم خلقنا النطفة علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغة فخلقنا المضغة عظاما فكسونا العظام لحما ثم انشأناه خلقا آخر ط فتبرك الله احسن الخالقين ۵

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا۔ پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوٹھڑا بنا دیا۔ پھر ہم نے اس خون کے لوٹھڑے کو بوٹی بنا دیا۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعتوں سے بڑھ کر ہے۔

(۲۳: ۱۲ تا ۱۴)

کائنات میں ہر چیز کی تخلیق اور تکمیل خاص قوانین کے ایک سلسلہ کے تحت ہوتی ہے جو غیر تبدیل ہیں اور ہمیشہ ایک ہی طرز پر اپنا کام کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

قلن تجد لسنة الله تبديلا ۵ ولن تجد لسنة الله تحويلا (۳۵: ۳۴)

سو آپ خدا کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ خدا کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے۔

چونکہ قوانین کا یہ سلسلہ خدا کا پیدا کیا ہوا ہے اور ہر قانون اسی کی اجازت سے کام کرتا ہے۔ اس لئے خدائے تعالیٰ چیز کو اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ

ينزل الغيث (۳۱: ۳۴) اور وہ (یعنی اللہ) بارش برساتا ہے۔

بارش برساتا ایک عمل ہے جو ایک سلسلہ قوانین کے تحت مکمل ہوتا ہے۔ ان قوانین کا خالق چونکہ اللہ ہے۔

اس لئے اس نے بارش کے برسنے کو اپنی طرف منسوب کیا۔ بارش کے برسنے میں جو قوانین کام کرتے ہیں ان میں سے جو ہمارے علم میں آسکے ہیں وہ یہ ہیں :-

- ۱- ایک مائع حرارت سے بخارات میں تبدیل ہو جاتا ہے اس لئے سورج کی حرارت سے سمندر کا پانی بخارات بنتا ہے۔
- ۲- جو بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں وہ اوپر کو اٹھتے ہیں اور چونکہ آبی بخارات ہوا سے ہلکے ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی اوپر کی فضا کی طرف بلند ہوتے ہیں۔
- ۳- سورج کی شعاعیں جس واسطے گزرتی ہیں اسے گرم نہیں کرتیں لہذا ہوا سورج سے گرمی حاصل نہیں کر سکتی۔
- ۴- زمین کے قریب کی ہوا کا دباؤ زمین کی کشش ثقل کی وجہ سے زیادہ ہوتا ہے۔
- ۵- دباؤ میں اضافہ کے ساتھ حرارت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔
- ۶- حرارت زیادہ گرم چیزوں سے کم گرم چیزوں کی طرف منتقل ہوتی ہے اس لئے زمین سے حرارت ہوا کی پچلی تہوں میں منتقل ہو کر ان کو گرم کر دیتی ہے۔
- ۷- اوپر کی فضا کا دباؤ کم ہوتا ہے لہذا حرارت بھی کم ہوتی ہے۔
- ۸- بخارات کم درجہ حرارت پر مائع بن جاتے ہیں اس لئے بخارات آبی بھی پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔
- ۹- ہوا سے بھاری چیزیں کشش ثقل کی وجہ سے زمین کی طرف آتی ہیں اسی لئے یہ پانی زمین پر برستا ہے۔
- عظیم میل قوانین کی تخلیق اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا کوئی منشاء اور مدعا ہے اور یہ کائنات بلا وجہ پیدا نہیں کی گئی۔

ربنا ما خلقت هذا باطلا (۱۹۱:۳) اے ہمارے رب تو نے اس کو بے کار پیدا نہیں کیا۔

اس کائنات میں ہر شے ایک خاص انداز اور تناسب سے پیدا کی گئی ہے۔ پانی اور ہوا کی مقدار، زمین، سورج چاند اور ستاروں کے باہمی فاصلے، ان کے حجم، سیاروں کی تجاذبی قوت، ہر چیز اور ہر کام کے لئے وقت کا تعین وغیرہ سب میں ایک خاص تناسب رکھا گیا ہے۔

انما خلق شئ خلقه بقدر (۴۹:۵) ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔

وان من شئ الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم (۲۱:۱۵) ہم اس کو صرف ایک خاص مقدار سے اتارتے ہیں۔

زندگی کی تخلیق پانی کے ذریعہ کی گئی اور اس کا بقا بھی پانی سے ہے۔ کسی ذی حیات چیز کی حیات پانی کے

بغیر ممکن نہیں۔

اولمیر الذین کفرو ان السموات
والارض کانتا رتقا ففتقنهما وحملنا من
الماء کل شیء حی (۲۱: ۳۰)

کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے
تھے۔ پھر ہم نے ان کو کھول دیا یعنی الگ کر دیا اور ہم نے پانی
سے ہر جاندار چیز کو بنایا۔

اس آیت میں پانی سے حیات کی تخلیق کا ذکر کائنات کی تخلیق کے سلسلہ میں آیا ہے۔ جس کا ایک دور یہ ہے
کہ آسمان اور زمین جو پہلے ایک ہی تھے بعد میں ایک دوسرے سے الگ کر دیئے گئے۔ پانی سے حیات کی تخلیق بھی
تخلیق کائنات کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر شے کو ایک خاص فطرت پر پیدا کیا جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

لا تبدل خلق اللہ (۳: ۳۰) اللہ کی پیدائش میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

کائنات کی ہر چیز کو ایک مدت معین کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس کے بعد ہر چیز ختم ہو جائے گی۔

اولمیتفکرو فی الفسھم ما خلق اللہ
السموات والارض وما بینہما الا بالحق
واجل مسمی (۳۰: ۸)

کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان اور
زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حق یعنی حکمت
ہی سے اور ایک مدت معین کے لئے پیدا کیا ہے۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ کائنات کی تخلیق بے مقصد نہیں۔

قرآن کریم کی بعض آیات حصول علم کی ترغیب دیتی ہیں۔ اور اس کے کئی احکام و ہدایات ماضی میں علم و حکمت
کے حصول اور بہت سی سائنسی تحقیقات کا سبب بنے ہیں۔ یہ احکام و ہدایات قیامت تک کے لئے ہیں۔ اس
لئے اب بھی ان تحقیقات کی ضرورت ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دینا کہ

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین
لا یعلمون (۹: ۳۹)

آپ (لوگوں سے) کہتے کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ
جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔

اور اس طرح ذی علم کو غیر ذی علم سے ممتاز کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک علم کی حد درجہ اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

علم سے انسان میں ایک ذہنی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے اس کے لئے معاملہ فہمی اور کسی بات
کی تہہ تک پہنچنا سہل ہو جاتا ہے۔ اس صلاحیت کا نام حکمت ہے۔ اسی کو قرآن کریم میں خیر کثیر کہا گیا ہے۔

ومن یوت الحکمة فقد اوتی اور جس کو حکمت مل جائے اس کو بہت بھلائی
 نصیرا کثیرا (۲: ۲۶۹) مل گئی۔

قرآن کریم میں نماز کو اوقات کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے۔ روزہ خاص وقت سے خاص وقت تک پورا کرنے
 کے احکام وقت کے تعین کے لئے ہیئتیں اور ریاضیاتی تحقیقات کا سبب بنے۔ اسی طرح سمت قبلہ کی طرف رخ کر کے
 نماز پڑھنے کا حکم ان مقامات کے طول بلد اور عرض بلد دریافت ہونے کا جہاں مسلمان آباد تھے سبب بنا۔
 یعنی ہیئتیں جغرافیہ پر تحقیقات عمل میں آئیں۔ جہاد اور تبلیغ کے لئے دور دراز مقامات کا سفر۔ حج کے لئے دنیا کے
 مختلف اطراف سے مکہ کی طرف روانگی بہت سی جغرافیائی معلومات اور فن جہاز رانی اور موسمیات کی ترقی کا سبب
 بنی۔ جہاد کی وجہ سے بہت سی جنگی صنعتوں کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ حکم کہ

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان
 عاقبة المکذبین (۱۱: ۶)
 آپ کہہ دیجئے کہ زمین میں چلو پھرو دیکھو کہ جھٹلاتے
 والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بہت سی تاریخی، جغرافیائی، مجلسی، سیاسی، معاشیاتی، وغیرہ معلومات کی فراہمی کا موجب ثابت ہوا۔
 حصول علم کے شوق میں دنیا کے مختلف اطراف و اکناف کے سفر کی وجہ سے بھی اس قسم کی بے شمار معلومات جمع ہو گئیں۔
 قرآن کریم میں اللہ کا یہ حکم کہ

واعدوا لهم ما استطعتم من قوۃ و
 من رباط الخیل ترهبون بہ عدو اللہ و
 عدوکم و آخرین من دونہم ج کا
 تعلمونہم ج اللہ یعلمہم
 اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور
 پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو اور اس کے ذریعے سے
 تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور
 تمہارے دشمن ہیں اور ان پر جن کو تم نہیں جانتے۔ اللہ ہی ان کو جانتا ہے۔

بعض جنگی اور دوسری صنعتوں کے فروغ، گھوڑوں کے رنگ، نسل، عادات و خصائص، ان سے کام لینے کے
 طریقوں ان کی بیماریوں اور علاج وغیرہ پر تحقیقات کا ایک موثر ذریعہ ثابت ہوا۔

قرآن کریم کی تعلیمات نے مسلمانوں میں جو روح تحقیق یعنی سائنسی روح پیدا کی اس کے نتیجے میں مسلمانوں نے حیرت انگیز
 علمی اور سائنسی ترقی کی۔ تاریخ اسلام میں ایسے لا تعداد جامع العلوم علماء نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک طرف تو علوم
 دینیہ میں کمال پیدا کیا اور دوسری طرف سائنس کے مختلف شعبوں میں مہارت حاصل کی۔ چنانچہ کبھی وہ مساجد و
 مدارس میں وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس میں مشغول دکھائی دیتے ہیں اور کبھی تجربہ گاہوں اور رصد گاہوں میں

مشاہدات و تجربات کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ ساتویں صدی سے پندرہویں صدی تک علم و فن، صنعت و حرفت اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے ہر میدان میں مسلمان تمام اقوام عالم خصوصاً یورپین اقوام کے رہنما رہے۔ مسلمانوں کی صدیوں تک شاگردی کرنے کے بعد ہی یورپ کے لوگوں میں پندرہویں صدی میں وہ ذہنی انقلاب پیدا ہوا۔ جس کو رینیسانس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اٹھارہویں صدی تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں فلسفہ اور طب وغیرہ کی جو کتابیں داخل نصاب رہیں وہ زیادہ تر عربی کتابوں کے لاطینی تراجم تھے۔ یہ مقالہ تفصیلات کا مختل نہیں اس لئے ہم صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں اور ان کے عالمگیر اثرات کی زندہ شہادتیں وہ لاطینی اور عربی الفاظ و اصطلاحات ہیں جو یورپ کی زبانوں میں استعمال ہونے لگیں۔ صنعت و حرفت اور آلات سائنسی کے وہ نمونے ہیں جو دنیا کے عجائب گھروں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ لاکھوں عربی کتابیں ہیں جو ایشیا اور یورپ کی لائبریریوں میں محفوظ ہیں اور وہ مساجد اور عمارتیں ہیں جو صدیاں گزر جانے کے بعد بھی عرب اور اسپین وغیرہ میں آج تک اپنی شان و شوکت کے ساتھ قائم ہیں۔

جب مسلمانوں نے قوانین شرعی سے غفلت برتنا شروع کی اور اپنے ضابطہ اخلاق کو ترک کیا تو نتیجتاً ان کے معاشرے میں فساد پیدا ہو گیا اور ان کو سیاسی زوال کا سامنا کرنا پڑا۔ سیاسی زوال کی وجہ سے حکومت کی علمی سرپرستی ختم ہو گئی جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی علمی تحقیقات رک گئیں اور ان کی شاگرد یورپی قومیں ان کے اصول تہذیب و تمدن کو اپنا کر ان سے کہیں آگے نکل گئیں۔ مسلمانوں کی مسلسل پستی اور یورپی قوموں کی مسلسل ترقی نے مسلمانوں میں یورپی اقوام کے مقابلے میں احساس کمتری پیدا کر دیا اور یہ احساس اسلام سے جو کہ زندگی کے ہر پہلو کے لئے نظام عمل فراہم کرتا ہے اور اپنی شاندار تاریخ تمدن سے عالم بے توجہی کی بنا پر زیادہ ہوتا چلا گیا۔

وقت کا یہ شدید تقاضا ہے کہ مسلمان احساس کمتری کو دور کریں اور قوانین و احکام اسلامی کا علم حاصل کر کے ان پر عمل پیرا ہوں اور ساتھ ہی سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم و ترقی اور مختلف صنعتوں خصوصاً لوہے اور فولاد جیسی بنیادی صنعت کے قیام کے لئے مسنعدری سے کوشش کریں۔ ایسا کر کے ہی مسلمان جسمانی راحت اور قلبی اطمینان حاصل کر سکتے ہیں اور ان کے لئے اس مناسب قوت کا حصول ممکن ہو سکتا ہے جو ان کے لئے دنیا میں امن اور نیکی پھیلانے اور برائی اور برائی کو روکنے کے اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد کیا گیا ہے اور اسی طرح وہ خلافتِ ارضی کے مستحق قرار پا سکتے ہیں جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں فوز و فلاح کی صورت میں ظاہر ہوگا۔